آخری قسط

وہابی مجاہدین اور انگریزی استعمار

مولانا عبدالعظیم انصاری، قصور

یہ وہ بلند ہمت، عالی حوصلہ اور پیکر عزم و استقامت بزرگ تھے جنہوں نے پھانسی کے پھندے کو مسکراتے ہوئے قبول کیا۔ موت کی سزا سن کر خوشی سے چہرے گلنار ہو گئے روزے کی حالت میں پیٹھ پر کوڑے برستے رہے لیکن اف نہ کی۔ جن کی راتیں ذکر الٰہی میں بسر ہوتیں اور دن میدان جنگ میں تلواروں کی چھاؤں میں گذرتے۔ انہیں جینے کا لطف تیغ و سناں اور تلواروں کی جھنکاروں میں یا خوف کے بہتے دھاروں اور آگ کے شعلوں اور شراروں میں آتا تھا کئی کئی روز بھوکے اور پیاسے رہتے اگر کچھ مل جاتا تو کھا لیتے ورنہ اسی حالت میں انگریز کی جابرانہ اور قاہرانہ طاقت کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ایک صدی سے زائد عرصے تک اس کا ناک میں دم کئے رکھا۔ کون ہے جو ان کی ہمت و استقلال اور صبر و عزیمت کی آج نظیر پیش کر سکے زبانی دعوے سے کیا بنتا ہے۔

نہ ہو کہ سر بتراشد قلندری داند

وہ تو ہر وقت کفن بردوش اور سربکف انگریز کے سامنے میدان جہاد میں آمادہ و استادہ رہے ان کا تو اعلان یہ تھا

کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست

انہیں انگریزوں کی وفاداری کا طعنہ دینے والے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور اپنے اسلاف کے کارناموں کا جائزہ لیں، انگریزوں کی حمایت کے سلسلے میں ان کے فتووں کا شمار کریں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ان کی اس بات میں کتنا وزن ہے۔

سید صاحب کی شہادت کے بعد مولانا ولایت علی ولد عنایت علی سے لے کر قیام پاکستان اور امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی کے زمانے تک کوئی دور ایسا نہیں گذرا کہ انگریزوں کے ساتھ مجاہدین کی جھڑپیں جاری نہ رہی ہوں اور کوئی وقت ایسا نہیں آیا کہ جب مجاہدین ان سے برسرپیکار نہ رہے ہوں۔

ولیم ہنٹر "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں لکھتا ہے

> وہابیوں نے جن کا جوش ان کے علم کی نسبت بہت زیادہ ہے اس اصول سے کہ ہندوستان "دارالحرب" ہے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس کے حاکموں کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔ (ص ۲۲۱)

اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ گردیزی صاحب جن مجاہدین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کی یہ تحریک انگریز کی حمایت میں ان کے ایما پر شروع کی گئی تھی ایک انگریز ہی کہہ رہا ہے کہ

وہابی ہمارے یعنی انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا فرض سمجھتے تھے۔

وشهد شاهد من اهلها

دوسری جگہ کہتا ہے

نیز مجاہدین بے ضرر اور بے طاقت مذہبی مجنون نہیں ہیں بلکہ یہ ہندوستان میں ہماری سلطنت کے لئے ایک مستقل خطرہ ہیں۔

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۶۴)

یوسف زئیوں کے متعلق ڈاکٹر "بلیو" کی رپورٹ اور وائلی کی کتاب کے علاوہ سید عبدالجبار تھانوی" کی کتاب "البصیرت" کا مطالعہ کیجئے۔ شیخ جانا' نارنجی' ستھانہ' ملکا' پنجتار' پنگلی' منگل ستھانہ اور امیلہ میں انگریزوں کے ساتھ مجاہدین کے جہاد و قتال کے حالات پڑھئے آپ کو معلوم ہو گا کہ انگریزوں نے مجاہدین سے دشمنی اور ان سے بغض و عناد کی بنا پر کس طرح مجاہدین کے ان مراکز کو تباہ و برباد کیا۔ جلایا اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی لیکن انگریز جتنا اس تحریک کو دباتے تھے اتنی ہی یہ ابھرتی تھی متعصب انگریز مصنف ولیم ہنٹر لکھتا ہے اور جنگ امیلا کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

"اچانک اللہ اللہ کے خوفناک نعرے بلند ہوئے اور درختوں کے سائے میں بندوقیں چلتی اور کھڑکتی رہیں۔ وہاں چلتی تلواروں کی جھنکار ہے اور سیاہی مائل شکلوں کا جم غفیر کھلے میدان میں دوڑتا ہوا ہماری صفوں کے بالکل قریب آکر حملہ کر دیتا ہے"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۵۴)

۱۹۶۸ء "اگرور" کی وادی میں سات سو مجاہدین انگریزی فوج پر حملہ کرتے ہیں اس کی کیفیت لکھتے ہوئے ہنٹر کہتا ہے۔

پنجاب گورنمنٹ نے مہم کے نتائج کو بیان کرتے ہوئے افسوس ظاہر کیا کہ مہم بھی ختم ہو گئی اور ہم اس قابل نہ ہوئے کہ ہندوستانی مجاہدین کو وہاں سے نکال باہر کریں۔ یا ان کو اس بات پر آمادہ کر سکیں کہ وہ اطاعت قبول کر لیں۔ اور ہندوستان میں اپنے گھروں کو واپس آجائیں۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۶۴)

بعض دفعہ انگریزی حکومت پوری طاقت اور قوت کے ساتھ مجاہدین پر حملہ آور ہوتی رہی تاکہ ان کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیں اور ہمیشہ کے لئے ان سے خلاصی حاصل کریں لیکن مجاہدین کے عزم و ہمت کے سامنے وہ ہمیشہ ناکام رہے اور اس تحریک کو مٹا دینے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔

ولیم ہنٹر جنگ امیلا کے بارے میں لکھتا ہے۔

ہندوستانی فوج (انگریزوں کی بھرتی کردہ) لاہور سے یلغار کرتی ہوئی آگے بڑھی۔ ابھی تین ہفتے بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ پنجاب کے قلعے یہاں تک خالی ہو گئے کہ "میاںمیر" کے کمانڈو افسر کے لئے یہ مشکل ہو گیا کہ پنجاب کے گورنر کے لئے ۲۴ فوجیوں کی گارڈ کا

انتظام کر سکے۔ (۶۴)

مجاہدین کے عظیم کارناموں، جرات و شجاعت اور انگریزوں کے خلاف ان کے اقدامات انگریزوں کی ان کے مقابلے میں سراسیمگی اور پریشانی ایک انگریز ہی کی زبانی آپ سن رہے ہیں۔ انگریز تلملا اٹھے، مخالفت کی تیز و تند آندھیاں چلیں مصائب و شدائد کے طوفان حملہ آور ہوئے، مگر مجاہدین راستے کی تمام حائل شدہ رکاوٹوں کو پامال کرتے ہوئے سید شہید کی تحریک کو زندہ رکھنے کی خاطران کی شہادت سے لے کر قیام پاکستان تک اس علم کو تھامے رہے اور انگریزوں سے معرکہ آراء رہے، جنگ ستھانہ، ملکا اور جنگ امبیلا اس کی واضح مثالیں ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں ان کا کردار، انگریزی حکومت کے ان کے خلاف قائم کردہ مقدمات، پھانسی اور عبور دریائے شور کی سزائیں یہ سب اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔

غور طلب نکتہ

جناب گردیزی صاحبؒ کے نزدیک سید شہید کی یہ تحریک انگریزوں کے اشارے پر صرف سکھوں کے خلاف جاری کی گئی تھی اور سید شہید کے تعلقات انگریزوں کے ساتھ خاصے خوشگوار تھے۔ اگر ان کے اس مفروضے کو مان لیا جائے تو سوال پیدا ہتا ہے کہ ان کی شہادت اور سکھوں کی انگریزوں کے مقابلے میں ہزیمت کے بعد مجاہدین اور انگریز کی چپقلش کیوں جاری رہی۔ اور انگریز حکومت مجاہدین کے خلاف اس لرزہ براندام اور خطرناک انتقامی کاروائیاں کس بنا پر کرتی رہی۔

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اس کی صرف ایک ہی وجہ تھی کہ انگریزوں کے نزدیک یہ تحریک ان کے خلاف تھی اور انہیں یقین تھا کہ اگرچہ وقتی طور پر اس کا رخ سکھوں کی طرف ہے لیکن ان سے نپٹ کر سید احمد شہید ہمارے خلاف ہندوستان پر حملہ آور ہوں گے اور ایسا ہی ہوا کہ شہید رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد مجاہدین انگریزوں کے خلاف آمادہ پیکار رہے۔

مزید شواہد

یہ کہنا کہ انگریزوں کے خلاف سید صاحب جہاد کا عزم نہیں رکھتے تھے اس کے خلاف واقعہ ہونے کے متعلق کافی دلائل دیئے جا چکے ہیں اور سید صاحب کے مکتوبات سے واضح طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک جہاد کا مقصد تمام ہندوستان سے کفر کی طاقتوں کو نیست و نابود کرنا تھا اور اس کی تائید انگریز مصنفین نے بھی کی ہے۔ چنانچہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کے حوالے سے اس کی کتاب ہمارے ہندوستانی مسلمان سے متعدد حوالجات نقل کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایچ ڈبلیو بلیو (۱۸۶۴ء) اپنی رپورٹ میں جو اس نے یوسف زئیوں کے بارے میں مرتب کی تھی لکھتا ہے

> یہ شخص کوئی دور نہ تھا بلکہ میر سید احمد بریلویؒ ہی تھا جو ان علاقوں میں سید بادشاہ کے نام سے معروف تھا۔ جس کا کردار ایک مختصر عرصے تک کامیاب رہا۔ جب کہ وہ مختلف ہمسایہ

سنی مسلم حکومتوں کے حکمرانوں اور لوگوں کو اکسایا کرتا تھا کہ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں جو اسلامی سلطنت کے دوبارہ قیام کے لئے اور جزیرہ نمائے ہند کو "کفار انگریزوں" اور سکھوں سے آزاد کرانے کے لے بلند کیا گیا ہے۔

سید صاحب نے مختلف مسلمان حکمرانوں کو جو خطوط لکھے ان سے شاہ ہرات کے نام ایک طویل مکتوب کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں جس سے مسٹر "بیلیو" کی رپورٹ کی تائید ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

ترجمہ = ہماری اس تمام معرکہ آرائی اور جہاد و قتال کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ کے کلمہ کو بلند کیا جائے' سنت رسول کو زندہ کیا جائے' سرکش کافروں کو ملیا میٹ کر کے مسلمانوں کے شہر جو ان کے قبضے میں ہیں انہیں آزد کرایا جائے۔

اس اقتباس کو بغور ملاحظہ فرمایئے اس میں کہیں بھی ہے کہ ہم سکھ کافروں کے ساتھ جہاد کر کے ان کے قبضے سے پنجاب کے شہر اور علاقے آزاد کرانا چاہتے ہیں مسلمانوں کے اکثر شہر اور علاقے تو ہندوستان میں انگریزوں کے قبضے میں تھے اس لئے لازما" یہ ماننا پڑے گا کہ سید صاحب کی مراد اس مکتوب سے ہندوستان کے شہروں سے انگریزوں کا اخراج تھا یہی وجہ ہے کہ انگریز خود اعتراف کرتے ہیں کہ سید صاحب نے علم جہاد اس لئے بلند کیا تھا کہ ہندوستان کو سکھوں اور انگریزوں سے آزاد کرا کے وہاں اسلامی حکومت قائم کر سکیں۔

ایک اور اقتباس پڑھیے۔ یہ خط شہزادہ کامران شاہ ہرات کے نام تھا جو کافی طویل ہے' فرماتے ہیں۔

ہم اپنے مجاہدین صادقین کے ساتھ ہندوستان پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ وہاں سے کفرو طغیان کو دور کر سکیں کیونکہ ہمارا اصل مقصد ہندوستان کے کافروں سے جہاد کرنا ہے یہ نہیں کہ ہم سرحد میں رہائش اختیار کر لیں۔

یہ مکتوبات سید صاحب نے ۱۲۴۳ ہجری محرم کی ۲ تاریخ کو علاقہ پنجتار سے لکھا۔

سید صاحب کے تمام مکاتیب' آپ کا طرز عمل اور آپ کی شہادت کے بعد جماعت مجاہدین کی انگریزوں کے خلاف سرگرمیاں' اقدامات اور معرکہ آرائیاں اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ جناب سید شہید ہندوستان سے انگریزوں کا استیصال چاہتے تھے اور تحریک جہاد کا اصل مقصد ہندوستان سے انگریزوں کو نکال کر یہاں اسلامی حکومت قائم کرنا تھا اگر اپنوں کی غداری اور منافقت کی وجہ سے شہادت بالا کوٹ کا واقعہ رونما نہ ہوتا اور سید صاحب کو اپنے پروگرام کی تکمیل کا موقع مل جاتا تو آج ہندوستان حقیقت میں اسلامستان ہوتا تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی خدا کے سرفروش بندوں نے کسی بھی علاقے میں اعلائے کلمتہ اللہ اور احیائے دین کی خاطر کوئی تحریک برپا کی تو بعض عاقبت نااندیش لوگوں نے جو بظاہر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن ان کا "اندرون" چنگیز سے بھی تاریک تر تھا اپنے مفاد کی خاطر مسلمانوں کے وسیع تر مفاد سے غداری کرتے ہوئے دشمنوں کا ساتھ دیا اور اس قسم کی تمام تحریکوں کو سبوتاژ اور ناکام بنانے کی کوشش کی۔

میسور میں سلطان ٹیپو کی تحریک' بنگال میں فرائضی تحریک اور سن ستاون کی تحریک آزادی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ان تحریکوں کی ناکامی کا باعث وہ برائے نام مسلمان ہی تھے جنہوں نے اپنی دنیوی اغراض کے حصول کے لئے ملک و ملت سے غداری کی اور دشمنان اسلام کے عزائم کو پروان چڑھایا۔

گردیزی صاحب کی سینہ زوری

گردیزی صاحب نے اپنی کتاب کے دس بارہ صفحے اس مقصد کے لئے سیاہ کر دیئے ہیں کہ سید صاحب نے سرحد میں سنی حنفی مسلمانوں کا قتل عام کیا اور بے گناہ مسلمانوں کا ناحق خون گرایا۔
افسوس کہ گردیزی صاحب حقائق سے آنکھیں بند کر کے جو چاہتے ہیں لکھتے چلے جاتے ہیں سید صاحب اور ان کی جماعت پر طرح طرح اتہامات اور الزامات عائد کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

> حقائق یہ بتاتے ہیں کہ سید صاحب نے سنی حنفی مسلمانوں سے جہاد کیا جب سید صاحب سکھوں کو زیر نہ کر سکے اور عاجز آگئے تو سنی حنفی مسلمانوں کی طرف توجہ کی۔ (حقائق تحریک بالا کوٹ صفحہ ۱۲۷)

"قریباً بارہ صفحات صرف اس مقصد کے لئے وقف کئے ہیں جن میں یہ بات ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ سید صاحب سرحد کے سنی حنفیوں میں اپنے وہابیانہ عقائد پھیلانا چاہتے تھے لیکن جب انہوں نے یہ بات قبول نہ کی تو سید صاحب نے ان مسلمانوں سے جہاد شروع کر دیا ان کا قتل عام کیا اور ان کا مال لوٹ کر اسے "مال غنیمت" کے طور پر استعمال کیا"
افسوس کہ گردیزی صاحب کتاب تو "حقائق" کے نام سے ترتیب دیتے ہیں لیکن حقائق سے سراسر انحراف کرتے ہوئے کتمان حق کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور تعصب کی وجہ سے حقیقت کا خون کر جاتے ہیں۔

اہل سرحد کا مجاہدین کے ساتھ رویہ

گردیزی صاحب سرحد کے خوانین کے بارے میں سید صاحب کا ردعمل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سید صاحب نے فیصلہ کیا۔

> "یعنی سکھوں سے زیادہ خطرناک دشمن حنفی مسلمان ہیں اور پہلے انہیں ٹھکانے لگایا جائے بعد میں سکھوں کی فکر کی جائے برادر کشی کی ناپاک مثال اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے۔ (صفحہ ۱۲۹)"

یہ سب خود ساختہ غلط بیانی ہے جو سید صاحب کی ذات سے منسوب کی گئی ہے حالانکہ آپ کے متعلقہ سیرت کی تمام کتابوں کی ورق گردانی کر جائیے آپ کہیں یہ بات نہیں پائیں گے کہ سید صاحب نے سنی حنفی مسلمانوں کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہو۔

ان لوگوں کے خلاف آپ نے بے شک اقدامات کئے جنہوں نے ملت اسلامیہ سے غداری کرتے ہوئے دشمنوں کا ساتھ دیا اور مجاہدین کا قتل عام کیا۔ گردیزی صاحب افغان سردار پائندہ خاں کے متعلق خود رقمطراز ہیں کہ اس نے سردار ہری سنگھ نلوہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"خلیفہ سید احمد نے میرا ملک چھین لیا ہے آپ میری کمک کے لئے فوج روانہ کریں میں ہمیشہ آپ کا وفادار رہوں گا۔ (صفحہ ۱۳۸)

یہ حال تھا ان افغان سرداروں کا جن کے متعلق گردیزی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ سنی حنفی تھے سنی حنفی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف سکھ کافروں سے امداد طلب کریں۔

سید صاحب نے افغانوں کے خلاف جنگ کیوں کی

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سید صاحب کو ان افغان سرداروں اور بقول گردیزی صاحب سنی حنفی مسلمانوں کے خلاف جنگ کیوں کرنا پڑی۔ ذیل میں اس کے مختصر اسباب بیان کئے جاتے ہیں۔

سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ جب سرحد تشریف لائے تو انہیں یقین تھا کہ اہل سرحد ہندوستان کے دیگر علاقوں کی نسبت دین اور اسلام میں زیادہ دلچسپی اور میلان رکھتے ہیں اسی غرض سے آپ نے اتنا دور دراز کا سفر طے کر کے وہاں آکر قیام فرمایا کہ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد آپ کی یہ غلط فہمی دور ہو گئی۔

چنانچہ مولانا مہر صاحب لکھتے ہیں۔

(سید صاحب کو) یہاں پہنچ کر قریباً دو برس تک ایک طبقے کے احوال و مراسم دیکھ چکنے کے بعد معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا اسلام بھی رسمی ہے۔ (سید احمد شہید ص ۴۵۸)

سید صاحب کو یہ بات کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس لئے کہ ان لوگوں کے متعلق آپ کو جو خوش فہمی تھی وہ غلط ثابت ہوئی ان کے اکثر سردار جو وعدہ کرتے پورا نہ کرتے اور مجاہدین کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے۔ جب انہیں امداد کی ضرورت ہوتی تو سید صاحب سے آکر درخواست کرتے کہ سکھ ہم پر فلاں مقام پر حملہ آور ہونے والے ہیں سید صاحب اسلامی ہمدردی کے پیش نظر اپنا لشکر ان کی امداد کے لئے بھیج دیتے لیکن جب مقصد حل ہو جاتا پھر آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو جاتے۔ ان حالات کے پیش نظر آپ نے محسوس کیا کہ اہل سرحد کا ایک عظیم اجتماع بلایا جائے اور انہیں اس غلط رویہ کو ترک کرنے کی تلقین کی جائے۔

چنانچہ "پنجتارا" کے رئیس سردار فتح خاں کی تجویز پر اجتماع پنجتار میں منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا اور یکم شعبان ۱۲۴۳ھ (۲ فروری ۱۸۲۹ء) بروز جمعتہ المبارک یہ عظیم اجتماع بمقام پنجتار منعقد ہوا۔

بیعت شریعت

اس اجتماع میں قریباً دو ہزار علمائے کرام اور اتنی ہی تعداد میں ان کے شاگرد شریک ہوئے ان کے

علاوہ علاقے کے سردار اور رئیس بھی موجود تھے سید صاحب نے ایک ولولہ انگیز اور موثر خطاب فرمایا جس سے سب حاضرین متاثر ہوئے رئیس فتح خاں نے اپنے قبیلے اور دیگر لوگوں کو سید صاحب سے بیعت شریعت کرنے کی رغبت دلائی اور سب نے بطیب خاطر نظام اسلامی کی پابندی قبول کرتے ہوئے سید صاحب کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔

اس کے بعد آپ نے مختلف علاقوں میں قاضی مقرر کر دیئے جو لوگوں کو صحیح اسلامی تعلیم دیتے اور منکرات کا ازالہ فرماتے۔

اس بیعت کے نہایت مفید نتائج مرتب ہوئے اور یہ اقدام نہایت نتیجہ خیز ثابت ہوا اور اصلاح احوال کے لئے از حد موثر معلوم ہوا۔ چنانچہ مولانا محمد جعفر تھانیسری فرماتے ہیں۔

"ان تمام علاقوں میں جن کے باشندوں نے یہ عہد کیا تھا کوئی مرد عورت بے نمازی نہ رہا اور تمام تنازعے اور مقدمے ازروئے شرع محمدی قاضیوں کے فیصلوں سے ہونے لگے۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ ملک رشک عرب ہو گیا۔ چوری چکاری' زنا کاری' قتل و خون وغیرہ جرائم کا نام نہ رہا۔ شریعت پہ چلنے کی برکت سے لوگوں کے دلوں میں ایسا ایمان اور اخلاص پیدا ہوا کہ انہوں نے خود لشکر اسلام کو اپنی پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) دینا قبول کر لیا۔ (سوانح احمدی ص ۸۰)

اب اس کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمایئے

پنجتار میں جس اجتماع میں سید صاحب سے بیعت کی گئی تھی اس میں خادے خاں رئیس ہند' بھی موجود تھا اس وقت تو وہ خاموش رہا لیکن اسے یہ گوارا نہ تھا کہ سید صاحب کے پنجتار میں قیام کے باعث سردار فتح خاں کو اعزاز و اکرام حاصل ہو اس لئے اس نے درپردہ سید صاحب کی مخالفت پر کمر باندھی اسی دوران مانیری کا واقعہ پیش آگیا سید صاحب نے مانیری کی زمینوں کو شریعت کے مطابق ان کے اصل مالکوں کو دے دیا۔ جن لوگوں نے ان پر ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا وہ سردار خادے خاں کے رشتہ دار تھے اس لئے اس کو بہت رنج ہوا اور وہ سید صاحب کی کھل کر مخالفت کرنے لگا چنانچہ سید صاحب نے اس سے ملاقات کا انتظام کیا۔ سید صاحب نے خادے خاں سے فرمایا۔

"خان بھائی! آپ نے ہم کو اس ملک میں ٹھہرایا اور آپ ہی ہمارے سب سے پہلے انصار بنے..... آپ کو لائق ہے کہ جس بات پر علما نے اتفاق کیا ہے اس کی مخالفت نہ کریں"

خادے خان نے جواب دیا

"حضرت ہم پختون (پٹھان) لوگ کاروبار ریاست کا رکھتے ہیں اور یہ مشورہ ملاؤں نے مل کر کیا ہے..... کاروبار ریاست کا ان کو کیا شعور کسی طور ہم پر ان کا دباؤ نہیں۔ یہ ہمارے تابع ہیں ہم ان کے تابع نہیں"

(سید احمد شہید ص ۹۳ جلد ۲)

سید صاحب نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا اور ناراض ہو کر چلا گیا اور پھر سکھوں کے ساتھ سید صاحب کے خلاف ساز باز شروع کر دی چنانچہ گذشتہ صفحات میں اس کے قتل کا واقعہ آچکا ہے جو محض اس کی ضد، تعصب اور سکھوں کے ساتھ سید صاحب کے خلاف محاذ قائم کرنے کی وجہ سے رونما ہوا۔

اسی طرح باقی واقعات جن میں مقامی لوگوں کے ساتھ سید صاحب کی لڑائیاں ہوئیں اسی مجبوری کے تحت تھیں کہ یہ لوگ وعدہ کر کے اور بیعت کرنے کے بعد اس سے انحراف کرتے اور مجاہدین کے خلاف سرگرم رہتے۔

گردیزی صاحب لکھتے ہیں کہ سید صاحب نے مقامی سنی حنفی مسلمانوں کے خلاف بہت زیادتیاں کیں اس لئے انہوں نے مجبور ہو کر سید صاحب کے خلاف اقدام کیا یہ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ سرحدی افغانوں کے ساتھ سید صاحب کی جتنی لڑائیاں ہوئیں یہ محض ان کی سازشوں اور خلاف شریعت سرگرمیوں کی وجہ سے ہوئیں

یار محمد، خادے خاں اور دیگر خوانین نے خود ہی سید صاحب سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی آپ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا آپ کے مقرر کردہ قاضیوں اور مجاہدین کو تہ تیغ کیا انتہائی ظالمانہ طریق پر انہیں ذبح کر دیا گیا لاچار سید صاحب ان کے مقابلے میں نکلے اور مندرجہ ذیل جنگیں لڑنا پڑیں۔

(۱) جنگ روتمان زئی (۲) جنگ ہنڈ اول (۳) جنگ زیدہ (۴) جنگ ہند دوم (۵) جنگ کیرڈی (۶) جنگ کھلا بٹ (۷) جنگ مردان (۸) جنگ مایار (۹) جنگ چھتر بائی

حقائق کو چھپانا تو گردیزی صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر تعصب کی عینک اتار کر اگر وہ تاریخی کتب کا مطالعہ کریں تو اصل حقائق ان کے سامنے آجائیں جن سے ظاہر ہے کہ سید صاحب نے انتہائی کوشش کی کہ علاقے کے تمام افغان سردار ہمارے ساتھ مل جائیں تاکہ ایک متحدہ طاقت کے ساتھ سکھوں کا مقابلہ کیا جائے اور پنجاب پر تسلط قائم کر کے ہندوستان سے انگریزوں کا اخراج عمل میں لایا جائے جس کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ مگر افسوس کہ وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ ان سنی حنفیوں (جن کی ترجمانی گردیزی صاحب کر رہے ہیں) نے اپنی قبائلی عصبیت اور طور طریقوں سے دست بردار ہونا قبول نہ کیا۔

اگر سرحد کے افغان سردار سید احمد شہید کا صدق دل سے ساتھ دیتے تو سکھوں کا تو ذکر ہی کیا ہے انگریزوں کو بھی ہندوستان میں قدم جمانے کا موقع نہ ملتا۔

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

شہیدان سمہ

سرحد کے ان نام نہاد مسلمانوں کے ہاتھوں غازیوں کا جو حشر ہوا اس کا ذکر مرحوم میاں محمد شفیع سابق ڈپٹی کمشنر لاہور اپنی تصنیف "۱۸۵۷" میں کس درد کے ساتھ کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

میدان کربلا میں کوفیوں نے بھی ایک بات نہ سنی تھی اور اسلام کے محسنوں کو نہایت بے دردی سے قتل کیا تھا۔ پٹھانوں نے بھی وہ ظلم کیا کہ جب تک سورج اس زمین پر چمکتا رہے گا اس کی شعائیں تڑپ تڑپ کر علاقہ سمہ پر لعنت بھیجتی رہیں گی اور ہندی غازیوں کی روحیں ان کے نیچے پھر پھر کر قاتلوں پر نفرین کرتی رہیں گی۔ سنگدلوں نے ان کے لاشوں پر گھوڑے دوڑا دیئے۔ (ص ۸۰)

سید شہید سنی افغانوں کے اس وحشیانہ طرز عمل' غازیوں کے خلاف ان کا ظالمانہ رویہ اور بربریت دیکھ کر سخت بددل ہوئے۔ جب آپ کی تمام مصالحانہ کوششیں رائیگاں گئیں اور افغانوں کی مجاہدین کے خلاف عداوت و شقاوت میں کچھ فرق نہ آیا۔ تو مایوس ہو کر آپ نے یہ علاقہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور کشمیر کے علاقے میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر ایک سنی مسلمان (مقامی افغان) کی غداری کی وجہ سے آپ بمعہ مجاہدین بالا کوٹ کے علاقے میں سکھوں کے نرغے میں آگئے پھر بھی آپ نے مجاہدانہ شجاعت سے کفار کا مقابلہ کیا آخر اپنوں کے ہی اس سیاہ کارنامہ کی بدولت اپنے رفقاء کے ساتھ بالاکوٹ میں شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔

افغانوں کی غداری کی مزید شہادت

صاحبزادہ عبدالرسول بی اے آنرز "تاریخ پاکستان) میں لکھتے ہیں۔

۱۸۲۷ء کے آغاز میں اس علاقہ کے علماء اور رؤساء نے آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ آپ کو امیرالمومنین منتخب کیا گیا اور آپ کے نام کا خطبہ جاری ہوا' اس کے بعد معرکہ "سیدو" پیش آیا۔ معرکہ سے ایک دن پہلے بعض "غدار سرداروں" نے آپ کو زہر دے دیا۔ آپ کی جان تو بچ گئی مگر جنگ میں مجاہدین کو شکست ہوئی اور وہ سوات' بنیر کی طرف چلے گئے۔

اب مجاہدین کو افلاس اور بے سروسامانی کے ہاتھوں بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے باوجود شاہ اسماعیل شہید کے تحت مجاہد دستے شب خون مارتے رہے اور سکھوں کو اس قدر پریشان کیا کہ رنجیت سنگھ خود پشاور آیا اور سردار یار محمد خاں سے ساز باز کر کے اسے اپنی طرف سے پشاور کا حاکم مقرر کیا۔ یہ شخص اب تک سید صاحب کے ساتھ تھا مگر اب ان کا سب سے بڑا مخالف بن گیا۔

اس طرح مجاہدین کو سکھوں کے علاوہ مسلمان مخالفین سے بھی لڑنا پڑا آخر یار محمد مارا گیا۔ اور پشاور سید صاحب کے دائرہ اختیار میں آگیا یار محمد خاں کے بھائی سلطان محمد خاں نے معافی مانگی۔ اس پر آپ نے اسے پشاور کا حاکم مقرر کر دیا۔ سارے علاقہ میں قانون شریعت کا نفاذ ہوا۔ اور غیر اسلامی رسومات کا قلع قمع کیا جانے لگا۔ مگر سلطان محمد خاں اور سرداران سمہ نے غداری کی اور ایک مقررہ دن کو مختلف دیہات اور علاقوں میں متعین

عمال اور مجاہدین کا قتل عام کیا گیا

جب سید احمد بریلوی نے خود مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے مقاصد کا یہ انجام دیکھا تو بہت دل برداشتہ ہوئے۔ (تاریخ پاکستان ص ۱۴۵)

صاحبزادہ عبدالرسول کے اس اقتباس کے خط کشیدہ الفاظ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں اصل حقائق کو انہوں نے کس طرح پیش کیا ہے۔

- غدار سرداروں کا سید صاحب کو زہر دے کر ہلاک کرنے کا منصوبہ
- سردار یار محمد کا ملت اسلامیہ سے غداری کرتے ہوئے رنجیت سنگھ کے ساتھ ساز باز کرنا اور پشاور کی حکومت حاصل کرنا
- سکھوں کے ساتھ مل کر مجاہدین سے جنگ کرنا
- سردار سلطان محمد خاں اور "سمہ" کے سرداروں کی غداری اور مجاہدین کو مختلف مقامات پر دھوکہ سے قتل کر دینا

جن مسلمانوں کی اعانت و امداد کے لئے سید صاحب اور ان کے ساتھی شب و روز مصروف رہتے تھے ان کی غدارانہ چالوں سے سید صاحب کا دل برداشتہ ہو جانا۔

کیا ان جرائم کے ہوتے ہوئے سید صاحب یا مجاہدین ان غدار سرداروں کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو اسے ظالمانہ کارروائی کہا جائے گا اور ان نام نہاد مسلمانوں کی ملت فروشی، عہد شکنی، غداری اور بے گناہ مجاہدین کا قتل عام اسے مستحسن فعل اور اسلامی اقدام قرار دیا جائے گا۔

ایک غیر جانبدار مورخ اور غیر متعصب محقق

حقائق کی روشنی میں اسے غداری اور ملت فروشی ہی سے تعبیر کرے گا جس طرح جناب صاحبزادہ عبدالرسول نے حقائق کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ گردیزی صاحب آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ کر اپنے سنی حنفی بھائیوں کی بے جا حمایت میں عصبیت میں اندھے ہو کر بے سرو پا باتیں لکھ کر اسے "حقائق" کا نام دیں اور اس قدسی جماعت کو مورد الزام ٹھہرائیں جنہوں نے اپنا گھربار، اہل و عیال اور آرام و راحت چھوڑ کر خدا کی راہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جانیں دیں اور شہادت کے بلند مرتبہ سے سرفراز ہوئے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

وجوہات مخالفت

گردیزی صاحب فرماتے ہیں کہ

حقیقت یہ ہے کہ وہ "اطاعت امام" یعنی سید صاحب کی اطاعت نہیں کر سکتے تھے۔ اس

لئے انہیں حقیقی مسلمان نہ ہونے اور بدعتی اور منکر کے القاب ملے سنی حنفی مسلمان جب آباؤ اجداد سے شاہراہ اسلام پر گامزن تھے کیسے وہابی عقائد قبول کرتے اور سید صاحب کے مطیع ہوتے۔ (ص ۴۲۸)

گردیزی صاحب کا اس تمام حاشیہ آرائی سے مقصد یہ ہے کہ سرحدی سرداروں نے سید صاحب کی مخالفت اس لئے کہ وہ لوگ وہابی عقائد قبول نہیں کرنا چاہتے تھے اور سید صاحب ان پر وہابی عقائد ٹھونس رہے تھے۔ یہ سراسر حقیقت کے خلاف، کذب بیانی اور دروغ گوئی ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس زمانے کی لکھی ہوئی تاریخ کی تمام کتابوں کا مطالعہ کر جایئے یہ بات کہیں نہیں ملے گی کہ جتنا عرصہ سید صاحب (۱۸۲۵ تا ۱۸۳۱ء) اس علاقے میں رہے وہاں سنی، وہابی اور حنفی کا سوال پیدا ہوا ہو۔ دوسرے سنی اور وہابی کا سوال تو بعد میں یار لوگوں کی اختراع ہے خصوصاً" سن ستاون اور اس کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے اور اپنے پاؤں مضبوط کرنے کے لئے ایک خاص حلقہ کی طرف سے یہ سوال پیدا کیا اور اس کی تشہیر کی اور اس تحریک سے وابستہ حضرات کو وہابی کا لقب دے کر ان پر عرصہ حیات تنگ کیا، قید و بند اور پھانسی کی سزائیں دیں اور جن لوگوں سے ان کے وہابی ہونے کا فتویٰ حاصل کیا انہیں طرح طرح کی نوازشات سے نوازا گیا۔

اصل حقیقت

بات حقیقت میں یہ ہے کہ جس چیز کو گردیزی صاحب کہہ رہے ہیں کہ "سنی حنفی مسلمان آباؤ اجداد سے شاہراہ اسلام پر گامزن تھے" وہ شاہراہ اسلام نہیں تھی ان کے آباؤ اجداد کے قبائلی طور طریقے اور رسم و رواج تھے۔ جنہیں وہ کسی صورت میں ترک کرنے کو تیار نہیں تھے۔ اس علاقے کے سارے مسلمان ایسے نہیں تھے بعض نے بڑے اخلاص کے ساتھ سید صاحب سے اس نیک مقصد میں تعاون کیا ان میں بہران خان، سادات ستھانہ اور دیگر متعدد حضرات شامل تھے۔ لیکن اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے اپنے دنیوی مفاد کی خاطر آپ سے بیعت کرنے اور تحریک میں شریک ہونے کے وعدہ کے باوجود عہد شکنی، نقض بیعت اور آپ کی مخالفت کی یہاں تک کہ آپ کو قتل کرنے کے لئے زہر دیا گیا اور سینکڑوں مجاہدین کا ناحق خون بہایا اس صف میں پائندہ خان، خادے خاں، یار محمد خاں اور سلطان محمد خاں جیسے منافق سردار نظر آتے ہیں انہی لوگوں کی منافقت اور غداری کی وجہ سے یہ احیاء اسلام کی عظیم تحریک ناکام ہوئی اور سو سال سے زائد عرصہ تک انگریزوں کو ہندوستان میں قدم جمانے کے مواقع میسر آئے۔

مولانا مسعود عالم ندوی "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" میں لکھتے ہیں

سید صاحب کی امامت پر باضابطہ بیعت ہوئی (۱۲ جمادی الاخر ۱۲۴۲ھ ۱۱ جنوری ۱۸۲۷) اور ہندو بیرون ہند کے اہل نظر و فکر نے اس کی دلی تائید کی لیکن..... لیکن اپنی بد نصیبی کا ماتم کن لفظوں میں کیا جائے؟ آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔ جب کبھی ملانوں کے فتوے

اور خوانین سرحد کی غداری یاد آتی ہے۔ مگر یہاں تو جی کڑا کر کے کسی نہ کسی طرح روداد الم قلم بند کرنا ہے' مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ جاہل ملانوں نے مجاہدین کو "وہابی" کہنا شروع کیا۔ جن کی امداد و معاونت کے لئے اس بے برگ و نو سید زادے اور اس کے جانثاروں نے ہجرت کی مشقتیں گوارا کیں۔ وہ خود جان کے دشمن ہو گئے۔ کھانے میں زہر بھی دیا گیا۔ پشاور فتح ہو چکا تھا مگر سرداران پشاور کی غداری کے باعث سید صاحب کے مقرر کردہ عمال اور خاص اصحاب کا قتل عام ہوا۔ اور پھر اتنی بددلی ہوئی کہ وہ نواح پشاور چھوڑ کر وادی کاغان کے متصل راج دواری کو منتقل ہو گئے.... وہاں بھی سکھوں سے چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی۔ آخر بالا کوٹ میں وہ آخری معرکہ پیش آیا..... کہا جاتا ہے کہ بعض مقامی لشکریوں نے سکھوں سے رشوت لے لی۔ انہیں موقع مل گیا اور وہ یک بیک عقب سے حملہ آور ہوئے۔ موت سامنے تھی اور جنت نعیم کی خوش خبری دلوں میں سمائی ہوئی۔ مجاہدین جان پر کھیل کر لڑے۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور خود سید صاحب نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (۲۴ ذی قعد ۱۲۴۶)

افسوس کہ ان خوانین کے اس قسم کے سیاہ کارناموں سے تاریخ کے صفحات پر ہیں کہ ان لوگوں نے معمولی ذاتی مفاد کی خاطر وسیع تر ملی مفاد سے ہمیشہ غداری کی یہی لوگ ہیں جن کی وکالت گردیزی صاحب کر رہے ہیں جن کا درد انہیں کھائے جا رہا ہے ان خوانین کی بے حمیتی اور حرص و آز کی وجہ سے ملت اسلامیہ کو عظیم نقصانات سے دو چار ہونا پڑا ان لوگوں نے سید صاحب اور ان کی تحریک جہاد سے جو سلوک کیا وہ تو آپ کے سامنے ہے اس کے بعد بھی امت مسلمہ کو کاری زخم اٹھانے پڑے۔

مولانا محمد علی قصوریؒ کا بیان

گذشتہ صفحات میں مولانا محمد علی قصوریؒ کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے ایسے وقت میں کابل پہنچے جب انگریز کابل پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا آپ کا مقصد اس وقت کے امیر کابل سردار حبیب اللہ کو آگاہ کرنا تھا تاکہ وہ اس کا سدباب کر سکے۔ مگر وہاں پہنچ کر جو ان پر گذری وہ سب حالات ان کی مرتب کردہ کتاب "مشاہدات کابل و یاغستان" میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ انہیں جان سے مارنے کے منصوبے بنے۔ اور قاتلانہ حملہ کیا گیا آخر وہ مجبور ہو کر چھپ چھپا کر یاغستان پہنچے۔ اب یہ قصہ انہی کی زبانی سنئے جو مختصر یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔ جس سے ان لوگوں کی "سنیت" اور آباؤ و اجداد سے شاہراہ اسلام پر گامزن ہونے کا عکس نظر آجائے گا جس کی نشاندہی گردیزی صاحب کر رہے ہیں۔

مولانا محمد علیؒ صاحب قصوری نے افغانستان پہنچ کر امیر کابل سے روابط پیدا کئے اور انہیں سب صورت حال بتائی کہ انگریز اور روس ایک سازش کے تحت افغانستان پر حملہ کر کے اسے اپنے زیر

نکیں کرنا چاہتے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ اس سے پہلے خود ہندوستان پر حملہ کر دیا جائے اس صورت میں جرمن بھی مدد کریں گے اور ہندوستانی بھی ہر طرح ساتھ دیں گے امیر حبیب اللہ آمادہ ہو گیا لیکن انگریزوں نے اپنی عیاری اور مکاری سے اس منصوبہ کو کامیاب نہ ہونے دیا یہ بھی مولانا محمد علی ہی کی زبانی سنئے۔

ایک پیر کے کرتوت

انگریز یہ سمجھ چکے تھے کہ افغانستان کا حملہ ان کی موت کا پیغام ہے اس لئے انہوں نے چال بازی سے وہ کام نکالا جو وہ ہتھیار سے نہ نکال سکتے تھے کابل کے سب سے بڑے پیر جن کا نام میں ارادۃً چھوڑتا ہوں افغانستان میں بہت بڑے روحانی پیشوا مانے جاتے تھے۔ اور خود اعلیٰ حضرت بھی ان سے بیعت تھے۔ اب ان کو انگریزوں نے بلایا اور بہت بڑا لالچ دے کر ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ کابل جا کر امیر صاحب کو جنگ کے ارادے سے باز رکھیں۔ پیر صاحب کابل پہنچے اعلیٰ حضرت ان کی قدم بوسی کے لئے ان کی فرودگاہ پر تشریف لائے اور ان سے تمام منصوبے کا ذکر کر کے دعا کے طالب ہوئے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں تین روز تک استخارہ کروں گا اور پھر چوتھے روز تم کو اس کا جواب دوں گا۔ ہمارا ماتھا فوراً ٹھنکا جلدی سے ایک مجلس مشاورت منعقد کی گئی اور یہ فیصلہ ہوا کہ اگر اعلیٰ حضرت اس تجویز کو بدل بھی دیں تو بھی اپنے ارادے سے باز نہیں آئیں گے۔ بلکہ کمیشن (جرمن کمیشن) کے تمام ممبران یاغستان پہنچ کر لوگوں کو منظم کر کے ہندوستان پر حملہ کر دیں گے.....

پیر صاحب نے استخارہ کے بعد امیر صاحب کو یہ بتایا کہ یہ ہندوستان پر حملہ کرنا افغانستان کی تباہی کو دعوت دینا ہے۔ محمد علی یعنی راقم الحروف افغانستان کا دشمن ہے۔ اس کو افغانستان سے فوراً نکال دینا چاہئے کہا جاتا ہے کہ امیر صاحب کو آٹھ کروڑ روپے کا لالچ دیا گیا اور پچاس لاکھ روپیہ پیر صاحب کو اس کی کارکردگی کے صلے میں ملے۔

..... چند روز کے بعد خود اعلیٰ حضرت کے فرمان سے سو آدمیوں نے میرے گھر کا محاصرہ کر لیا اور اعلیٰ حضرت کا حکم لا کر دیا کہ مجھے گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا جائے.....

میں اپنا تمام سامان کابل میں چھوڑ کر ملا بشیر کی معیت میں جون ۱۹۱۶ء میں کابل سے خفیہ نکلا اور ایک ہفتہ کی نہایت دشوار گذار مسافت طے کر کے یاغستان ملا بشیر کے مستقر پر پہنچ گیا۔

مولانا محمد علی مرحوم اس کے بیان سے خوانین سرداروں کی ذہنیت کا صاف اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ معمولی لالچ کی خاطر اسلامی مفاد کو کس طرح پس پشت ڈال دیتے تھے۔ یہی رویہ ان کا سید احمد شہیدؒ

کے ساتھ تھا۔ جب ان کی ایذاء رسانیاں انتہا کو پہنچ گئیں اور آپ کے مقرر کردہ قاضیوں اور خطیبوں کو قتل کر دیا گیا تو آپ نے ان کے خلاف کارروائیاں کیں۔

جناب عبدالقادر "مطالعہ پاکستان" میں لکھتے ہیں

> ۱۸۳۰ء میں مجاہدین نے پشاور پر حملہ کیا اور شہر کو فتح کر لیا شہر میں اسلامی قانون جاری ہوا تو بے لگام زندگی گذارنے کے عادی لوگ شرعی پابندیوں کو برداشت نہ کر سکے اور بغاوت شروع کر دی۔

گردیزی صاحب فرماتے ہیں کہ "سرحدی سنی مسلمان اپنے آباؤ و اجداد سے شاہراہ اسلام پر گامزن تھے" لیکن محققین کے نزدیک وہ بے لگام زندگی گذارنے کے عادی تھے اور شرعی پابندیوں کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ سید صاحب سے وجہ مخالفت بھی یہی تھی آپ چاہتے تھے کہ وہ شرعی حدود و قیود میں رہ کر زندگی بسر کریں اور یہی بات ان کے لئے مشکل تھی گردیزی صاحب کے نزدیک "شاہراہ اسلام" شاید یہی ہو جس پر وہ گامزن تھے۔ شروع میں میں نے لکھا ہے کہ گردیزی صاحب کی یہ کتاب قابل اعتنا تو نہ تھی کیونکہ انہوں نے اپنے دلی بغض و عناد سے مغلوب ہو کر سید صاحب کے خلاف اپنے باطنی غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے اور ایسے واقعات اور تاویلات کا سہارا لیا ہے جن کا تاریخی لحاظ سے کوئی پایہ نہیں۔ اس لئے ہم نے اس کتاب کے صرف اس حصے کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جس میں گردیزی صاحب نے یہ کہا ہے کہ سید شہید کی تحریک' تحریک جہاد نہیں تھی بلکہ یہ "مسلمانوں کے خلاف ایک ظالمانہ اقدام تھا اور اس طرح انہوں نے "سنی حنفی" مسلمانوں کا بے جا خون بہایا تھا تاکہ وہ اپنے وہابیانہ عقائد کو سرحدی مسلمانوں میں پھیلا سکیں"

ہم نے ان کے اس الزام کے بے بنیاد ہونے کا پوری طرح مستند حوالہ جات کے ساتھ ثبوت مہیا کیا ہے۔

اس کے علاوہ ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف نہیں تھی۔

ہم نے اس دور کی کتابوں کے حوالوں سے اس غلط بیانی کا بھی تار پود بکھیر دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ سید صاحب کی یہ سعی و جہد دراصل اس مقصد کے لئے تھی کہ ہندوستان سے انگریز کو نکال کر یہ ملک اس کے اصل حقداروں کے سپرد کیا جائے اور یہاں اسلامی نظام نافذ کر کے اسے صحیح دارالاسلام بنایا جائے۔

ہم اپنے اس دعویٰ میں کس حد تک کامیاب رہے ہیں اس کا اندازہ قارئین کرام اس کتاب کے مطالعہ سے خود ہی لگا لیں گے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں اپنے ان نیک بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

احب الصالحین ولست منھم